۹ مکاتیبِ اقبالؔ

شیخ محمد اقبالؔ

پیش درس

انسان بنیادی طور پر اجتماعیت پسند ہے۔ وہ ایک دوسرے سے ربط و تعلق بنائے رکھنے کا عادی ہے۔ اپنے مقام سے دور رہنے والے اپنے دوستوں اور عزیزوں کی خیریت دریافت کرنے اور ان کے حالات جاننے کے لیے اس نے پیغام رسانی کا سلسلہ شروع کیا جو مختلف مراحل سے ہوتے ہوئے خط و کتابت اور آج برقی مراسلت تک پہنچا ہے۔

خطوط انسانوں کے درمیان رابطے کا ایک اہم وسیلہ ہیں۔ موجودہ زمانے میں ترسیل و ابلاغ کی ترقی نے ایس ایم ایس، ای میل، ویڈیو کانفرنسنگ اور موبائل فون جیسے وسائل فراہم کرکے لوگوں کو خطوط نگاری سے بے نیاز کر دیا ہے۔ مکتوب نگاری کا چلن اب عام نہیں رہا تاہم دفتری خطوط اور دستاویزات کا رواج اب بھی ہے۔

ادب میں خطوط نگاری کا ظہور دیگر اصناف کی طرح نہیں ہوا بلکہ ضرورت کے تحت لکھے گئے خطوط، زبان کی خوبیوں اور ادبی محاسن کے سبب ادب کا حصہ بن گئے۔ یہ وہ تحریریں ہیں جو ادیبوں، شاعروں اور اہم شخصیات نے قلم بند کی تھیں، اس خیال کے بغیر کہ وہ کوئی تخلیقی کارنامہ انجام دے رہے ہیں۔ عصری افکار اور معاشرتی تبدیلیوں کے مطالعے کے لیے بھی خطوط بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔

اُردو میں مرزا غالبؔ، شبلؔی نعمانی، علامہ اقبالؔ، مولانا ابوالکلام آزادؔ، مہدی افادی، پطرس بخاری، فیضؔ احمد فیضؔ وغیرہ کے خطوط مشہور ہیں۔ ان کے علاوہ بے شمار فنکاروں کے خطوط منظرِ عام پر آچکے ہیں۔

ادبی خطوط سے ہمیں مکتوب نگار کے خیالات و احساسات کے علاوہ اس عہد کے حالات اور معاصر ادیبوں، شاعروں اور اہلِ علم کے متعلق معلومات حاصل ہوتی ہے۔ زبان و بیان اور انشا پردازی کے نمونے ان خطوط میں پائے جاتے ہیں۔ ان میں زندگی اور ادب و فن کے متعدد مسائل زیرِ بحث آتے ہیں۔ ادب کی بیشتر اصناف میں اظہارِ ذات کے مقصد سے تخلیق کے بہترین نمونے وجود میں آئے ہیں۔ یہی خوبیاں ادبی خطوط میں بھی پائی جاتی ہیں۔

جان پہچان

شیخ محمد اقبالؔ ۹؍نومبر ۱۸۷۷ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ ان کا خاندان اصلاً کشمیری تھا۔ انھوں نے شمس العلما مولوی سیّد میر حسن کے زیرِ سایہ تعلیم و تربیت کے ابتدائی مراحل طے کیے۔ لاہور میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ کچھ عرصے کے لیے وہ گورنمنٹ کالج، لاہور میں پروفیسر ہوگئے۔ اس کے بعد وہ ولایت گئے اور کیمبرج یونیورسٹی سے فلسفے کی ڈگری لی۔ جرمنی سے ڈاکٹر آف فلاسفی کی ڈگری حاصل کی اور لندن میں بیرسٹری پاس کرکے بھارت لوٹ آئے اور وکالت کرنے لگے۔ انھیں 'سر' کے خطاب سے بھی نوازا گیا۔

اقبالؔ کو شاعری کے ذریعے بے پناہ شہرت حاصل ہوئی۔ ان کی شاعری میں اسلامی افکار کے رنگ گہرے نظر آتے ہیں۔ اُردو کے علاوہ اقبالؔ نے فارسی میں بھی شاعری کی ہے۔ 'بانگِ درا، بالِ جبریل، ضربِ کلیم' ان کی اُردو شاعری کے اور 'پیامِ مشرق، اسرارِ خودی، رموزِ بے خودی، جاوید نامہ' اور 'زبورِ عجم' ان کی فارسی شاعری کے مجموعے ہیں۔ ان کی نثری تصانیف بھی کم اہمیت کی حامل نہیں۔ ان کی پہلی باقاعدہ نثری تصنیف 'علم الاقتصاد' ہے۔ 'فلسفۂ عجم' اقبالؔ کا تحقیقی مقالہ ہے۔ ۱۹۳۰ء میں ان کے انگریزی خطبات کا مجموعہ 'Reconstruction of Religious Thoughts in Islam' کے نام سے منظرِ عام پر آیا جس کا اُردو ترجمہ 'تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ' کے نام سے شائع ہوا ہے۔ ان کے خطبات، مقالات اور مکاتیب کے بھی متعدد مجموعے ہیں۔ ان کے مکاتیب کا کلیات چار جلدوں میں شائع ہوا۔ ۲۱؍اپریل ۱۹۳۸ء کو اقبالؔ نے لاہور میں وفات پائی۔

اکبرالٰہ آبادی کے نام

لاہور

۶/ اکتوبر ۱۹۱۱ء

مخدوم ومکرم قبلہ سیّد صاحب، السلام علیکم!

کل ظفر علی خاں صاحب سے سنا تھا کہ جناب کو چوٹ آ گئی۔ اسی وقت سے میرا دل بے قرار تھا اور میں عریضہ خدمتِ عالی میں لکھنے کو تھا کہ جناب کا محبت نامہ ملا۔ دست بہ دعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اِس تکلیف کو رفع کرے اور آپ کو دیر تک زندہ رکھے تاکہ ہندوستان کے مسلمان اُس قلب کی گرمی سے متاثر ہوں جو خدا نے آپ کے سینے میں رکھا ہے۔

میں آپ کو اُسی نگاہ سے دیکھتا ہوں جس نگاہ سے کوئی مرید اپنے پیر کو دیکھے اور وہی محبت وعقیدت اپنے دل میں رکھتا ہوں۔ خدا کرے وہ وقت جلد آئے کہ مجھے آپ سے شرفِ نیاز حاصل ہو اور میں اپنے دل کو چیر کر آپ کے سامنے رکھ دوں۔ لاہور ایک بڑا شہر ہے لیکن میں اِس ہجوم میں تنہا ہوں۔ ایک فردِ واحد بھی ایسا نہیں جس سے دل کھول کر اپنے جذبات کا اظہار کیا جا سکے۔

لارڈ بیکن کہتے ہیں، ''جتنا بڑا شہر ہو اتنی ہی بڑی تنہائی ہوتی ہے۔'' سو یہی حال میرا لاہور میں ہے۔ اس کے علاوہ گزشتہ ماہ میں بعض معاملات کی وجہ سے سخت پریشانی رہی اور مجھے بعض کام اپنی فطرت اور طبیعت کے خلاف کرنے پڑے اور انھی میں طبعِ سلیم میرے لیے شکنجے کا کام دے گئی۔

ناتمام نظم کے اشعار آپ نے پسند فرمائے۔ مجھے یہ سن کر مسرت ہوتی ہے کہ آپ میرے اشعار پسند فرماتے ہیں۔ 'غُرّۂ شوال' پر چند اشعار لکھے تھے۔ 'زمیندار' اخبار کے عید نمبر میں شائع ہوئے۔ اُن کو ضرور ملاحظہ فرمائیے۔ میں نے چند اشعار آخر میں ایسے لکھے ہیں کہ ترکی واٹلی کی جنگ نے اُس کی تصدیق کر دی ہے۔ اگر 'زمیندار' اخبار آپ تک نہ پہنچا ہو تو تحریر فرمائیے، بھجوا دوں گا۔

خواجہ حسن نظامی واپس تشریف لے آئے۔ مجھے بھی اُن سے محبت ہے اور ایسے لوگوں کی تلاش میں رہتا ہوں۔ خدا آپ کو اور مجھ کو بھی زیارتِ روضۂ رسول ﷺ نصیب کرے۔ مدت سے یہ آرزو دل میں پرورش پا رہی ہے، دیکھیے کب جوان ہوتی ہے۔ شیخ عبدالقادر لائل پور میں سرکاری وکیل ہو گئے۔ اب وہ لاہور سے وہاں چلے گئے۔ کچھ دن ہوئے، یہاں آئے تھے مگر ان سے نہ مل سکا۔ آپ دعا کریں۔

خیریتِ مزاج سے مطلع کیجیے۔ مجھے اس خط کے جواب کا انتظار رہے گا۔ خدا آپ کو صحتِ کامل مرحمت فرمائے۔

دعا گو

محمد اقبال، بیرسٹر

لاہور

اکبر الٰہ آبادی کے نام

سیالکوٹ

۱۳/ اگست ۱۹۱۸ء

مخدومی، السلام علیکم!

والا نامہ لاہور سے ہوتا ہوا ملا۔

الحمدللہ کہ جناب کا مزاج بخیر ہے۔ واقعی آپ نے سچ فرمایا کہ ہزار کتب خانہ ایک طرف اور باپ کی نگاہِ شفقت ایک طرف۔ اسی واسطے تو جب کبھی موقع ملتا ہے، اُن کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں اور پہاڑ پر جانے کی بجائے اُن کی گرمیِ صحبت سے مستفید ہوتا ہوں۔

پرسوں شام کھانا کھا رہے تھے اور کسی عزیز کا ذکر کر رہے تھے جس کا حال ہی میں انتقال ہو گیا تھا۔ دورانِ گفتگو میں کہنے لگے، ''معلوم نہیں، بندہ اپنے رب سے کب کا بچھڑا ہوا ہے۔'' اِس خیال سے اس قدر متاثر ہوئے کہ قریباً بے ہوش ہو گئے اور رات دس گیارہ بجے تک یہی کیفیت رہی۔ یہ خاموش لیکچر ہیں جو پیرانِ مشرق ہی سے مل سکتے ہیں۔ یورپ کی درس گاہوں میں ان کا نشان نہیں۔ اگست کے آخر تک اِن شاء اللہ یہیں قیام رہے گا۔

'تہذیبِ نسواں' یا صحیح معنوں میں تخریبِ نسواں نے اگر کچھ لکھا ہے تو اس کا بہترین جواب خاموشی ہے۔ تردید کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ پرچہ قدیم اسلامی شعار کو بہ نگاہِ حقارت دیکھتا ہے، گو ابھی صاف لکھنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔

میرے بعض احباب مجھ سے ناراض ہیں کہ شملہ جانے کی جگہ سیالکوٹ آ گیا ہوں۔ مگر میں اُن احباب کو معذور جانتا ہوں کہ وہ میری قلبی کیفیات سے آگاہ نہیں ہیں۔ بہرحال جو کچھ علمِ الٰہی میں ہے، ہو جائے گا اور وہی اَنسب و اَولیٰ ہوگا۔

باقی خدا کے فضل و کرم سے خیریت ہے۔ خیریت سے آگاہ کیجیے۔ کل شام سے طبیعت نہایت مشتعل ہے۔ 'وکیل' اخبار لکھتا ہے کہ کسی انگریزی اخبار نے مدینہ منورہ کی بہت توہین کی ہے۔ کمزوروں کے پاس سوائے بددعا کے اور کیا ہے۔ والد مکرم سلامِ شوق عرض کرتے ہیں۔

مخلص

محمد اقبال

حاجی نواب محمد اسمٰعیل خاں رئیسِ دتاولی ضلع علی گڑھ کے نام

عالی جناب نواب صاحب قبلہ، السلام علیکم!

آپ کی کتابیں اور خط کئی دنوں سے میری میز پر رکھا ہے۔ میں بوجہِ علالت جواب نہ لکھ سکا۔ اس تاخیر کے لیے معافی کا خواست گار ہوں۔ 'حالاتِ زمین' یعنی جغرافیہ جو آپ نے مسلمان بچوں اور بچیوں کے لیے تالیف فرمایا ہے، نہایت عمدہ رسالہ ہے اور میری رائے ناقص میں ایک بہت بڑی کمی کو پورا کرتا ہے۔ میں نے بار بار دیکھا ہے کہ مسلمان مستورات بوجہِ جغرافیہ نہ جاننے کے اخبار اچھی طرح سمجھ نہیں سکتیں۔ آپ کا رسالہ اُن کے لیے از بس مفید ہوگا۔ قطع نظر اس کے کہ اُن کو موجودہ دنیا کے واقعات سمجھنے میں سہولت ہوگی، اِس رسالے کے مطالعے سے اُن کے دائرۂ نظر میں وسعت بھی پیدا ہوگی۔ لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے جو اسلامیہ اسکول اس وقت موجود ہیں یا جو آئندہ بنائے جائیں، ان میں اس جغرافیہ کی ترویج نہایت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے کہ آپ اپنا بیش قیمت وقت ایسے ایسے رسائل کی تصنیف و تالیف میں صَرف فرماتے ہیں۔ والسلام

آپ کا خادم

محمد اقبال، بیرسٹر ایٹ لا

۱۱/اپریل ۱۹۱۳ء

معانی و اشارات

مخدوم و مکرم	-	قابلِ تعظیم
غُرّہ	-	پہلی تاریخ کا چاند، ہلال
شرفِ نیاز	-	ملاقات کی سعادت
مخدومی	-	میرے قابلِ تعظیم بزرگ (خط میں تخاطب)
والا نامہ	-	کسی بلند مرتبہ شخص کا خط
مستفید ہونا	-	فائدہ اُٹھانا
پیرانِ مشرق	-	مشرقی ملکوں میں رہنے والی بزرگ ہستیاں
طبعِ سلیم	-	صحت مند فکری رجحان
دقیق	-	باریک، مشکل
شعار	-	طریقے
اَنسب و اَولیٰ	-	بڑے مرتبے والا، مراد قابلِ قبول
طبیعت مشتعل ہونا	-	اضطراب ہونا
مستورات	-	مستورہ کی جمع، عورتیں
دائرۂ نظر	-	مراد بصیرت
ترویج	-	رواج دینا

مشقی سرگرمیاں

* اکبرالٰہ آبادی کے نام علامہ کے خط سے ذیل کا شبکی خاکہ مکمل کیجیے۔

* ذیل کی سرگرمیاں ہدایات کے مطابق مکمل کیجیے۔

۱۔ لارڈ بیکن کے قول کی علامہ اقبالؔ کے حالات سے مطابقت بیان کیجیے۔

۲۔ اکبرالٰہ آبادی کے لیے علامہ اقبالؔ کی دعا اپنے الفاظ میں تحریر کیجیے۔

۳۔ باپ کی شفقت پر اکبرالٰہ آبادی کے قول کی وضاحت کیجیے۔

۴۔ اقبالؔ کے پہاڑ پر نہ جانے کی وجہ تحریر کیجیے۔

۵۔ خاموش لیکچر اور پیرانِ مشرق سے علامہ اقبالؔ کی مراد واضح کیجیے۔

۶۔ خطوط کی مدد سے علامہ اقبالؔ کی شخصی صفات قلم بند کیجیے۔

۷۔ رسالہ 'حالاتِ زمین' کے متعلق علامہ اقبالؔ کی رائے بیان کیجیے۔

* خط سے 'رسالۂ تہذیبِ نسواں' سے متعلق اقبالؔ کے خیالات کی وضاحت کیجیے۔

* رسالہ 'حالات زمین' کی افادیت بیان کیجیے۔

* اقبالؔ نے اکبرالٰہ آبادی سے جن الفاظ میں عقیدت کا اظہار کیا ہے، اسے تحریر کیجیے۔

* درج ذیل جملے کی وضاحت کیجیے۔

''مدت سے یہ آرزو دل میں پرورش پا رہی ہے۔ دیکھیے کب جوان ہوتی ہے۔''

* 'وہ وقت جلد آئے کہ مجھے آپ سے شرفِ نیاز حاصل ہو۔'

(اس جملے کا نحوی تجزیہ کیجیے)

* ہدایت کے مطابق قواعدی سرگرمی مکمل کیجیے۔

۱۔ اس راہ میں مشکلات بے حد ہیں۔
(معنی کی تبدیلی کے بغیر منفی جملہ بنائیے)

۲۔ کمزوروں کے پاس سوائے بددعا کے اور کیا ہے۔
(خبریہ جملے میں تبدیل کیجیے)

۳۔ ایسا سوال بنائیے جس کا جواب درج ذیل جملہ ہو۔
'میں بوجہِ علالت جواب نہ لکھ سکا۔'

اضافی معلومات

نواب محمد اسمٰعیل خاں دتاولی: حاجی محمد اسمٰعیل خاں علی گڑھ کے ایک قدیم قصبے دتاولی کے رئیس اور سرسیّد کے نہایت عزیز دوست اور رفیق تھے۔ ان کے والد فیض احمد خاں نے ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں حصہ لیا تھا اور دو سال قیدِ فرنگ میں رہے۔ رہائی کے بعد عرب کو ہجرت کر گئے۔ وہاں ۱۸۷۸ء میں ان کا انتقال ہوا۔ حاجی محمد اسمٰعیل خاں سرسیّد کی تحریک سے وابستہ رہے۔ سرسیّد احمد خاں کا انتقال ۲۷؍ مارچ ۱۸۹۸ء کو انھی کے گھر میں ہوا تھا۔ وہ محمڈن اینگلو کالج کی مجلسِ منتظمہ کے وائس پریزیڈنٹ بھی رہے۔ ۱۹۱۲ء میں ان کو نوّاب کا خطاب ملا۔ ۱۸۸۴ء میں انھوں نے یورپ کی سیر کی تھی اور ترکی میں بھی ایک عرصے تک قیام کیا تھا۔ انھوں نے جولائی ۱۸۹۸ء میں وحید الدین سلیمؔ کے ساتھ رسالہ 'معارف' علی گڑھ سے نکالا۔ وہ مختلف موضوعات پر آٹھ نو کتابوں کے مصنف تھے۔ مولانا حالی کو 'حیاتِ جاوید' کا بہت سا مواد انھوں نے فراہم کیا تھا۔ پنجاب اور حیدرآباد وغیرہ کے سفر میں وہ سرسیّد کے رفیق بھی رہے تھے۔ آخر عمر میں آگرہ منتقل ہوگئے تھے اور یہاں ایک پریس بھی قائم کرلیا تھا۔ ۱۹۲۱ء میں ان کا انتقال ہوا۔

اضافی معلومات

فرانسس بیکن (Francis Bacon) (۱۵۶۱ء تا ۱۶۲۶ء) : فرانسس بیکن ۲۲؍جنوری ۱۵۶۱ء کو لندن میں پیدا ہوئے۔ ۱۵۷۳ء میں انھوں نے ٹرینٹی کالج کیمبرج میں داخلہ لیا۔ ۱۵۸۲ء میں انھوں نے بیرسٹری کا امتحان پاس کر کے وکالت کا پیشہ اختیار کیا۔ ابتدائی ناکامیوں کے بعد ۱۶۰۷ء میں وہ سالیسٹر جنرل اور ۱۶۱۳ء میں اٹارنی جنرل مقرر ہوئے۔ ۱۶۲۰ء میں انھیں 'لارڈ' کا خطاب ملا اور ان کا شمار بادشاہ جیمس اوّل کے مقربین میں ہونے لگا۔ عروج و ترقی کی وجہ سے ان کے بہت سے حاسد پیدا ہو گئے۔ آخر کار بیکن نے اپنے عہدے سے استعفیٰ دے دیا۔ انھوں نے زندگی کے آخری ایام تصنیف و تالیف میں گزارے۔ ان کی پہلی تصنیف 'Advancement of Learning' ۱۶۰۵ء میں شائع ہوئی۔ ان کی شہرۂ آفاق تصنیف 'Novum Organum' منطق کا نیا تجربہ سمجھی جاتی ہے۔ ان کا میدان فلسفہ اور سائنس تھا۔ گو سائنس داں کی حیثیت سے ان کا درجہ بلند نہیں ہے۔ ان کی لافانی شہرت کا دار و مدار ان کے انشائیوں پر ہے جو ذاتی تجربات اور گہرے غور و فکر کے بعد لکھے گئے ہیں۔ ان کے اقوالِ زریں انگریزی ادب میں ضرب المثل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

بلقانی جنگیں (Balkan Wars) (۱۹۱۲-۱۳ء) : یورپی ترکیہ پر قبضے کے لیے دو مختصر جنگیں۔ پہلی جنگ ۱۹۱۲ء میں سرویا، بلغاریہ، یونان اور مانٹی نیگرو نے ترکوں کو قسطنطنیہ کے سوا تمام یورپی مقبوضات سے نکال دیا۔ بڑی طاقتوں کے ۱۹۱۳ء کے علاقائی تصفیے سے سرویا کو مایوسی ہوئی کیونکہ وہ آزاد البانیہ کے قیام کے باعث بحیرۂ ایڈریاٹک سے کٹ گیا تھا۔ اس کا مطالبہ تھا کہ بلغاریہ مقدونیہ کے بڑے حصے کو اس کے حوالے کر دے۔ یوں دوسری جنگِ بلقان چھڑ گئی۔ رومانیہ، یونان اور ترکیہ نے بلغاریہ کے خلاف سرویا کا ساتھ دیا۔ بلغاریہ کو شکست ہوئی اور معاہدۂ بخارسٹ ۱۹۱۳ء کی رو سے حملہ آوروں کو اس کے مختلف علاقے مل گئے۔ بلقانی جنگوں نے جذبۂ قومیت کو اُبھارا اور پہلی عالمی جنگ کے اسباب پیدا کیے۔

تہذیبِ نسواں : ''تہذیبِ نسواں' خواتین کا مشہور ہفت روزہ اخبار تھا جسے امتیاز علی تاج کے والد شمس العلما مولوی سیّد ممتاز علی نے ۱۸۹۸ء میں لاہور سے جاری کیا تھا۔ اس اخبار کی مدیرہ ان کی اہلیہ محمدی بیگم تھیں۔ ''تہذیبِ نسواں' کا پہلا شمارہ یکم جولائی ۱۸۹۸ء کو منظر عام پر آیا۔ اس اخبار کا نام 'تہذیب الاخلاق' سے مشابہ سر سیّد احمد خان نے تجویز کیا تھا۔ ۱۹۰۸ء میں محمدی بیگم کے انتقال کے بعد مولوی ممتاز کی صاحبزادی وحیدہ بیگم نے اس اخبار کی ادارت سنبھالی۔ وحیدہ بیگم ۱۹۱۷ء میں اللہ کو پیاری ہو گئیں تو کچھ عرصے کے لیے مولوی ممتاز کی بڑی بہو آصف جہاں اس کی مدیرہ رہیں۔ اس کے بعد مولوی ممتاز کے صاحبزادے اور اُردو کے نامور ادیب امتیاز علی تاج نے اس کی ادارت کے فرائض انجام دیے۔ انھیں دیگر علم دوست خواتین کے ساتھ اپنی اہلیہ مشہور مصنفہ حجاب امتیاز علی کا تعاون بھی حاصل رہا۔ امتیاز علی تاج اس اخبار کے آخری مدیر تھے۔ اس اخبار کے صفحات شروع میں آٹھ اور پھر بارہ ہوئے، اس کے بعد سولہ اور آخر میں چوبیس ہو گئے۔

''تہذیبِ نسواں' کے اجرا کے بعد وہ بہت جلد ہندوستان کے متوسط طبقے کے اُردو داں مسلم گھرانوں میں پہنچنے لگا اور اس کی وجہ سے معمولی تعلیم یافتہ پردہ نشین خواتین میں تصنیف و تالیف کا شوق پیدا ہوا۔

ظفر علی خاں (۱۸۷۰ء تا ۱۹۵۶ء) : ظفر علی خاں ۱۸۷۰ء میں ضلع سیالکوٹ کے ایک گاؤں مہرتھ میں پیدا ہوئے۔ میٹرک تک وزیر آباد اور پٹیالہ میں انھوں نے تعلیم حاصل کی۔ ۱۸۹۲ء میں ایف اے پاس کیا اور اپنے والد کے پاس چلے گئے جو سری نگر میں محکمۂ ڈاک و تار میں ملازم تھے۔ وہیں ظفر علی خاں کو بھی ملازمت مل گئی۔ وہاں ایک افسر سے اختلاف ہوا تو انھوں نے اس کی ہجو لکھی اور نوکری چھوڑ کر علی گڑھ آ گئے۔ یہاں سے بی۔اے کا امتحان پاس کیا اور متعدد جگہوں پر ملازمت کی مگر ہر جگہ سے علیحدہ ہو گئے۔

اس کے بعد ظفر علی خاں حیدر آباد کے دارالترجمہ میں گئے تو انگریزوں نے نظام پر دباؤ ڈال کر انھیں وہاں سے بھی نکلوا دیا۔ آخر وہ اخبار 'زمیندار' سے وابستہ ہو گئے جو وزیر آباد سے ان کے والد نکالتے تھے۔ ظفر علی خاں اس اخبار کو لاہور لائے اور انگریزوں کے خلاف جدوجہدِ آزادی میں شامل ہو گئے۔ بارہا اخبار کی ضمانتیں ضبط ہوئیں، گرفتار ہوئے مگر ملکی آزادی کے لیے جی جان سے کوشش کرتے رہے۔ اُردو نظم میں ان کا مخصوص رنگ ہے۔ بدیہہ گوئی اور طنز نگاری میں وہ ممتاز ہیں۔ انھوں نے ہجو بھی خوب اور برجستہ لکھی۔ قومی اور وطنی موضوعات پر ان کی درجنوں نظمیں موجود ہیں۔ 'بہارستان، نگارستان، چمنستان' وغیرہ ان کے کلام کے مجموعے ہیں۔ ۲۷؍نومبر ۱۹۵۶ء کو وزیر آباد میں ان کا انتقال ہوا۔